خطبہ جمعہ

خدمت دین کرتے ہوئے راہِ خدا میں وفات پانے والے بعض واقفین زندگی مبلّغین کا ذکر خیر

یہ بھی اللہ کے فضل سے راہِ خدا میں شہداء شمار ہونے چاہئیں

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز - فرمودہ ۲۸/ مئی ۱۹۹۹ء بمطابق ۲۸/ ہجرت ۱۳۷۸ء ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله-

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم- بسم الله الرحمٰن الرحيم -

الحمدلله رب العٰلمين - الرحمٰن الرحيم - مٰلك يوم الدين - إياك نعبد و إياك نستعين - اهدنا الصراط المستقيم - صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين-

﴿يٰٓاَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ . اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ. وَلَا تَقُوْلُوا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ. بَلْ اَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ﴾-(سورۃ البقرہ آیات ۱۵۴تا ۱۵۵)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو صبر اور صلوٰۃ پر قائم رہتے ہوئے صبر اور صلوٰۃ کے ذریعہ استعانت طلب کرو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ صابرین کے ساتھ ہے۔ اور جو راہِ خدا میں قتل کئے جائیں انہیں مردے نہ کہو بلکہ وہ تو زندہ ہیں لیکن تم شعور نہیں رکھتے۔

یہ وہی سلسلۂ شہادات ہے جو ایک لمبے عرصہ سے جاری ہے اور ایک لمبے عرصے تک جاری رہے گا۔ اس دفعہ جن شہداء کا ذکر کیا جا رہا ہے یہ وہ ہیں جن کو براہ راست دشمن نے قتل نہیں کیا بلکہ راہِ خدا میں خدمت کرتے ہوئے وفات پا گئے۔ پس اس پہلو سے اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ یہ بھی راہِ خدا کے شہداء میں شمار ہونے چاہئیں۔

اس ضمن میں جو فہرست میں نے تیار کی ہے سر دست اس میں سب سے پہلا نمبر مرزا احمد شفیع صاحب مرحوم کے بھائی مرزا منور احمد صاحب کا آتا ہے لیکن اس ضمن میں ایک گزشتہ خطبے میں ایک یادداشت کی خرابی کی وجہ سے یا بے توجہی کی وجہ سے غلط بات کہہ دی گئی تھی اس کو درست کرنا چاہتا ہوں۔ مرزا احمد شفیع صاحب مرحوم کے صاحبزادے مرزا مسیح احمد صاحب نے جرمنی سے یہ درستی کروائی ہے بالکل معمولی سی بات تھی مگر بہر حال خطبات میں درستی ہونی ضروری ہے۔ امتہ الرحمٰن صاحبہ مرحومہ کے ساتھ جو بیٹی رہتی تھیں ان کا نام میں نے غلطی سے امتہ الباسط کہہ دیا تھا۔ اس بیٹی کا نام امتہ القیوم ہے اور امتہ القیوم اب شادی شدہ ہیں اور سرگودھا میں مقیم ہیں جبکہ امتہ الباسط صاحبہ لندن میں رہتی ہیں اور یہ ہیں وہ جو فضل اور شیلا کی والدہ ہیں۔ پس اس درستی کے بعد اب میں ان شہداء کا ذکر کرتا ہوں۔

سب سے پہلے **شہزادہ عبدالمجید صاحب** تاریخ شہادت ۲۲/ فروری ۱۹۲۸ء کا ذکر کرتا ہوں جن کا مدفن تہران میں ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۱۲/ جولائی ۱۹۲۴ء کو شہزادہ عبدالمجید صاحب لدھیانوی کو ایران میں احمدیہ مرکز قائم کرنے کے لئے روانہ فرمایا۔ آپ کے ہمراہ مولوی ظہور حسین صاحب اور محمد امین خان صاحب بھی تھے جن کو بخارا میں احمدیت کا پیغام پہنچانے کا حکم دیا گیا تھا۔ حضرت شہزادہ صاحب جو اس تبلیغی وفد کے امیر بھی تھے اپنے دوسرے ساتھیوں سمیت ۱۶/ اکتوبر ۱۹۲۴ء کو ایران کے مشہور شہر مشہد میں پہنچے اور پانچ چھ دن کے بعد مشہد سے تہران میں تشریف لے گئے اور وہاں نیا دار التبلیغ قائم کیا۔

حضرت شہزادہ عبدالمجید صاحب ضعیف العمر بزرگ اور قدیم صحابہ میں سے تھے اور نہایت اخلاص سے اپنے خرچ پر آئے تھے۔ مگر یہاں آکر خرچ ختم ہو گیا۔ پیچھے کوئی جائیداد نہیں تھی۔ مرکز سے مستقل مالی امداد ان کو نہیں دی جا رہی تھی۔ آپ معمولی سی صف اور نہایت مختصر سے بستر پر زات بسر کیا کرتے تھے یہاں تک نوبت آجاتی تھی کہ کپڑے دھونے کے لئے صابن کا خرچ نہیں رہتا تھا۔ بایں ہمہ آپ نے آخر دم تک اپنے عہد کو نبھایا اور بے نفس خدمات سے باقاعدہ وہاں جماعت قائم کر دی۔ ۲۲/ فروری ۱۹۲۸ء کو تہران میں انتقال فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ان کی وفات پر فرمایا: "شہزادہ عبدالمجید صاحب...... افغانستان کے شاہی خاندان سے تھے اور شاہ شجاع کی نسل سے تھے۔ آپ نہایت ہی نیک نفس اور متوکل آدمی تھے۔ میں نے جب تبلیغ کے لئے اعلان کیا کہ ایسے مجاہدوں کی ضرورت ہے جو تبلیغ دین کے لئے زندگی وقف کریں تو انہوں نے بھی اپنے آپ کو پیش کیا۔ اس وقت ان کے پاس کچھ روپیہ تھا انہوں نے اپنا مکان فروخت کیا، رشتہ داروں اور متعلقین کو حصہ دے کر خود ان کے حصہ میں جتنا آیا وہ ان کے پاس رہا اس لئے مجھے لکھا کہ میں اپنے خرچ پر جاؤں گا۔ اس وقت میں ان کو بھیج نہ سکا اور جب کچھ عرصہ بعد ان کو بھیجنے کی تجویز ہوئی تو اس وقت وہ روپیہ خرچ کر چکے تھے مگر انہوں نے ذرا نہ جتایا کہ ان کے پاس روپیہ نہیں ہے۔ ہندوستان سے باہر کبھی نہ نکلے تھے۔ اس ملک (یعنی ایران) میں کسی سے واقفیت نہ تھی مگر انہوں نے اخراجات کے نہ ہونے کا قطعاً اظہار نہ کیا اور وہاں ایک عرصے تک اسی حالت میں رہے۔ انہوں نے وہاں سے بھی اپنی حالت نہ بتائی۔ نامعلوم کس طرح گزارہ کرتے رہے مگر پھر مجھے اتفاقاً پتہ چلا۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں ایک دفعہ دیر تک ان کا خط نہ آیا اور پھر جب آیا تو لکھا تھا کہ میرے پاس ٹکٹ کے پیسے نہیں تھے اس لئے خط نہیں لکھ سکا۔ اس وقت مجھے سخت افسوس ہوا کہ چاہئے تھا جب ان کو بھیجا گیا اس وقت پوچھ لیا جاتا کہ آپ کے پاس خرچ ہے کہ نہیں۔ پھر میں نے ایک قلیل رقم ان کے گزارہ کے لئے مقرر کر دی۔ وہاں کے لوگوں پر ان کی روحانیت کا جو گہرا اثر تھا اس کا پتہ ان چٹھیوں سے لگتا ہے جو آتی رہی ہیں۔ ابھی پرسوں ترسوں اطلاع ملی کہ آپ یکم رمضان المبارک فوت ہو گئے۔ دس دن بیمار رہے پہلے ہلکا ہلکا بخار رہا۔ آخری دن بہت تیز بخار ہو گیا اور ڈاکٹر کو بلایا تو اس نے کہا ہسپتال لے چلو۔ دوسرے دن وہاں لے جانا تھا کہ فوت ہو گئے۔ ان کی تیمار داری کرنے والے رات بھر جاگتے رہے تھے۔ سحری کے وقت تیماردار صبح کی نماز کے بعد سو گئے اور بارہ بجے دوپہر کے قریب ان کی آنکھ کھلی تو آپ فوت ہو چکے تھے۔ حضرت شہزادہ عبدالمجید صاحب تہران کے جنوبی طرف شہر کے سب سے چھوٹے قبرستان میں دفن کئے گئے۔ ۱۹۵۳ء تک آپ کا مزار مبارک موجود تھا مگر اس کے بعد قبرستان ہموار کر کے اس پر عمارتیں تعمیر کر دی گئیں۔

دوسرے مبلغ جن کا میں ذکر کرنا چاہتا ہوں وہ **محمد رفیق صاحب کا شغر** ۱۹۳۹ء مدفن کاشغر۔ مکرم مولوی محمد رفیق صاحب موضع چاچڑ ضلع شاہ پور کے رہنے والے تھے۔ تحریک جدید کے مطالبہ نمبر دس کے تحت انہوں نے اپنی زندگی وقف کی تھی۔ تحریک جدید کے مطالبہ نمبر دس کے مطابق صرف زادِ راہ لے کر کسی غیر ملک میں جائیں گے یہ شرط تھی۔ چنانچہ وہ محض زادِ راہ لے کر اس غیر ملک کے لئے روانہ ہوئے اور وہاں پہنچ کر اپنے کاروبار سے تبلیغی کام کو چلانا تھا۔ مولوی صاحب نے کاشغر جانے کا ارادہ کیا۔ ۱۹۳۸ء کے آغاز میں آپ راجہ عدالت خان صاحب کے ساتھ کشمیر پہنچ گئے۔ راجہ عدالت خان صاحب کو تو پاسپورٹ نہ مل سکا مگر مولوی محمد

رفیق مرحوم کو پاسپورٹ مل گیا تاہم انہیں کچھ عرصہ سرینگر ٹھہرنا پڑا۔ اس قیام سے فائدہ اٹھا کر آپ نے چینی ترکستان کی زبان کافی حد تک سیکھ لی۔ گلگت سے کاشغر کا سفر نہایت سخت تھا۔ راستہ میں اٹھارہ ہزار دو سو فٹ تک بلند پہاڑ اور طویل برفانی گلیشیئر زحائل تھے۔ مرحوم پیدل سفر کرنے کے لئے بھی تیار تھے مگر ان کے لئے جماعت احمدیہ گلگت نے گھوڑا خرید لیا۔ آپ بخیریت دو ماہ میں کاشغر پہنچ گئے۔

کاشغر پہنچ کر انہوں نے درزی کا کام شروع کر دیا پھر کپڑے بیچنے کی دکان ڈالی لی۔ اس وقت کاشغر روسی ترکستان میں تھا۔ گورنمنٹ نے انہیں کچھ دن نظر بند بھی رکھا تاہم مرحوم اپنا تبلیغی کام برابر سرگرمی سے کرتے رہے۔ چنانچہ ان کی تبلیغ سے ہی حاجی آل محمد صاحب اور حاجی جنود اللہ صاحب موضع سلوخ کاشغر مع خاندان احمدی ہوئے ہیں۔ تو یہ حاجی جنود اللہ صاحب کا خاندان اب تو دنیا میں اللہ کے فضل سے پھیل چکا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس خاندان کو بہت ترقی دی ہے۔ یہ وہی خاندان ہے جو برفوں پر تقریباً گھٹنوں کے بل چلتے ہوئے آخر ہندوستان پہنچے۔

محمد رفیق صاحب کو تیسرے سال استسقاء کی بیماری ہو گئی۔ یہ جگر کی خرابی سے ہوتی ہے اور اسی بیماری سے آپ وفات پا گئے۔ آپ کی وفات کی اطلاع جناب مرزا معظم بیگ صاحب نے گلگت سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو دی۔ مرحوم نے کاشغر میں ہی شادی کی تھی اور پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ ایک بچی تھی۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے محمد رفیق صاحب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا "عدالت خان صاحب مرحوم نے ایک نوجوان کو خود ہی تحریک کی کہ میرے ساتھ چلو اور وہ تیار ہو گیا۔ اس طرح گو عدالت خان صاحب فوت ہو گئے مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے بیج کو ضائع نہیں کیا بلکہ ایک دوسرے شخص نے جسے وہ اپنے ساتھ لے گیا تھا احمدیت کے جھنڈے کو پکڑ کر آگے بڑھانا شروع کر دیا اور مشرقی شہر کاشغر میں پہنچ گیا اور وہاں تبلیغ کرنا شروع کر دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہاں کے ایک دوست کو اللہ تعالیٰ نے احمدیت میں داخل ہونے کی توفیق عطا فرما دی۔ حاجی جنود اللہ صاحب ان کا نام ہے۔ وہ اسی تبلیغ کے نتیجہ میں قادیان آئے اور تحقیق کر کے احمدیت میں داخل ہو گئے۔ پھر کچھ عرصہ بعد حاجی جنود اللہ صاحب کی والدہ اور ہمشیرہ بھی احمدی ہو گئیں اور اب تو وہ قادیان ہی آئے ہوئے ہیں۔ تو عدالت خان کی قربانی رائیگاں نہیں گئی بلکہ احمدیت کو اس علاقے میں پھیلانے کا موجب بن گئی"۔ (تاریخ احمدیت جلد ہشتم)

دوسرے مجاہد جن کا میں نے مختصر ذکر مرزا احمد شفیع صاحب شہید کے ذکر کے ساتھ کیا تھا ان کے متعلق کوائف یہ ہیں۔ **مرزا منور احمد صاحب مرحوم** اگست ۱۹۴۶ء کے آخر میں امریکہ تشریف لے گئے تھے۔ شکاگو میں کوئی ایک مہینہ قیام کے بعد آپ پٹس برگ کے حلقے میں متعین کئے گئے۔ ابتداء میں یہ حلقہ امریکہ کے ساحل پر بالٹی مور سے لے کر ڈیٹن تک پھیلا ہوا تھا جس میں کلیولینڈ اور مینکس ٹاؤن بھی شامل تھے۔ ان سب جماعتوں کے دلوں میں آپ نے اپنی خوش خلقی سادگی اور محبت کی بنا پر ایک خاص مقام پیدا کر لیا تھا۔

دو سال کے مختصر عرصہ کے اندر آپ نے اپنی شب و روز والہانہ جدوجہد سے پٹس برگ کے احمدیوں میں زبردست حرکت پیدا کر دی اور یہ حلقہ امریکہ مشن میں ایک ممتاز حیثیت اختیار کر گیا حتیٰ کہ شکاگو کی مقامی جماعت نے بھی آپ کو اپنے ہاں تقریر کی دعوت دی کہ ان میں وہ روح پیدا کریں جو انہوں نے پٹس برگ کی جماعت میں پیدا کر دی ہے۔ مرزا منور احمد صاحب شہید نہایت وجیہہ صورت، بلند قامت اور بظاہر اعلیٰ درجہ کے صحت مند نوجوان تھے مگر اندر ہی اندر آپ ٹیومر کے عارضہ میں مبتلا ہو چکے تھے جس کا آپریشن ۱۴ر ستمبر ۱۹۴۸ء کو ایک مقامی ہسپتال میں کیا گیا کیونکہ ٹیومر کا زہر انتڑیوں میں سرایت کر چکا تھا اس لئے آپریشن کے بعد کمزوری انتہاء کو پہنچ گئی اور دوسرے ہی دن دین مصطفیٰؐ کے اس انتھک جانباز سپاہی کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ان کو بچپن سے ذاتی طور پر جانتے تھے۔ آپ نے ان کے بارہ میں لکھا: "عزیز مرزا منور احمد مرحوم کو میں بچپن سے جانتا تھا اس لئے بھی کہ وہ ہمارے قریبی عزیزوں میں سے تھے یعنی ہماری ممانی صاحبہ کے بھائی اور ہماری ایک بھاوجہ صاحبہ کے ماموں تھے اور اس لئے بھی کہ مرحوم کا بچپن سے میرے ساتھ خاص تعلق تھا۔ پس میں یہ بات بغیر کسی مبالغہ کے کہہ سکتا ہوں کہ مرحوم ایک بہت مخلص اور نیک اور ہونہار اور محبت کرنے والا اور جذبہ خدمت و قربانی سے معمور نوجوان تھا۔ دن ہو یا رات، دھوپ ہو یا بارش جب بھی انہیں کوئی ڈیوٹی سپرد کی جاتی تھی وہ کمال مستعدی اور اخلاص کے ساتھ اس ڈیوٹی کو سرانجام دینے کے لئے لبیک، لبیک کہتے ہوئے آگے آجاتے تھے اور پھر اپنے مفوضہ کام کو اس درجہ توجہ اور سمجھ کے ساتھ سرانجام دیتے تھے کہ دل خوش ہو جاتا تھا اور زبان سے بے اختیار دعا نکلتی تھی۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ اسی نیکی کا نتیجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی زندگی وقف کرنے اور پھر بلاد امریکہ میں وطن سے بارہ ہزار میل دور جا کر فریضہ تبلیغ بجا لانے کی سعادت عطا کی۔ موت تو ہر انسان کے لئے مقدر ہے مگر مبارک ہے وہ نوجوان جسے یہ سعادت کی زندگی عطا ہوئی اور مبارک ہیں وہ والدین جنہیں خدا نے ایسا نیک اور خادم دین بچہ عطا کیا"۔

خود حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کے متعلق فرمایا "مرزا منور احمد صاحب جو امریکہ کے مبلغ تھے میری ایک بیوی ام متین کے ماموں، میر محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم کے سالے اور نہایت مخلص نوجوان تھے۔ ان کے معدے میں رسولی ہوئی اور وہ فوت ہو گئے۔ ویسے تو ہر ایک کو موت آتی ہے لیکن اس طرح کی موت جو ایک طرف قوم کے لئے فخر کا موجب ہوتی ہے لیکن دوسری طرف اس کا افسوس بھی ہوتا ہے کہ ایک آدمی کو پندرہ بیس سال میں تیار کیا جائے اور وہ جوانی کی حالت میں فوت ہو جائے۔ یہ جو دوسرا پہلو ہے اسی وجہ سے میں جماعت کے مربیوں وغیرہ کو، واقفین کو تلقین کرتا ہوں کہ خدا کے لئے سفر کرتے وقت پوری احتیاطیں اختیار کیا کریں کیونکہ اگرچہ آپ تو شہادت کا رتبہ پا جاتے ہیں مگر پیچھے رہنے والوں کو یہ دکھ رہتا ہے کہ آپ کو اگر اور زندگی عطا ہوتی تو اور بھی زیادہ خدمت دین میں حصہ لے سکتے تھے۔

اب تیسرے شہید جن کا میں ذکر کرنا چاہتا ہوں یہ **حضرت حافظ جمال احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ** ہیں۔ یوم شہادت ۲۷ر دسمبر ۱۹۴۹ء۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان ممتاز صحابہ میں سے تھے جو عنفوان شباب سے حضور کے دامن سے وابستہ ہوئے اور مئی ۱۹۰۸ء میں بمقام لاہور حضرت اقدس کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ آپ کے والد حضرت حکیم غلام محی الدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۹۰۱ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت سے مشرف ہو چکے تھے۔ آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زیر سایہ بھی تربیت حاصل کی۔ آپ موضع چکوال کے رہنے والے تھے۔

حضرت حافظ صاحب کو صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں یہ منفرد خصوصیت حاصل ہے کہ آپ اکیس برس تک ماریشس میں جہاد تبلیغ میں سرگرم رہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ میں کسی کو اتنا لمبا عرصہ میدان عمل میں مسلسل تبلیغ کا موقع نہیں ملا جیسے آپ کو ملا۔ آپ ۲۷ر جولائی ۱۹۲۸ء کو قادیان سے ماریشس پہنچے اور ۲۷ر دسمبر ۱۹۴۹ء کو ماریشس ہی میں انتقال فرما گئے اور سینٹ پیری میں سپرد خاک کئے گئے۔ آپ کی وفات کی اطلاع پر حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۳۰ر دسمبر ۱۹۴۹ء کو خطبہ دیا۔ اس میں آپ کی وفات کو نشان قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ "حافظ جمال احمد صاحب کی وفات اپنے اندر ایک نشان رکھتی ہے اور وہ اس طرح کہ جب وہ ماریشس بھیجے گئے تو جماعت کی مالی حالت بہت کمزور تھی۔ اتنی کمزور کہ ہم کسی مبلغ کی آمد و رفت کا خرچ برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ میں نے تحریک کی کہ کوئی دوست اس ملک میں جائیں۔ اس پر حافظ صاحب مرحوم نے خود اپنے آپ کو پیش کیا"۔ جو اس سے بھی بڑا نشان ہے وہ وہی ہے جو میں عرض کر چکا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ میں سے کسی صحابی کو اتنا لمبا عرصہ میدان جہاد میں تبلیغ کرنے کی توفیق نہیں ملی۔

اب میں **حضرت الحاج مولانا نذیر احمد صاحب علی** کا ذکر کرتا ہوں۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پرانے اور مخلص صحابی حضرت بابو فقیر علی صاحب ریٹائرڈ اسٹیشن ماسٹر کے فرزند تھے۔ آپ فروری ۱۹۰۵ء کو جمعۃ المبارک کے دن موضع ننگل کوٹلی متصل گورداسپور شہر پیدا ہوئے۔ آپ کا اصل وطن کوٹلہ چہلاں متصل چھینہ ضلع گورداسپور تھا۔ ابتدائی تعلیم مسلم ہائی سکول امرتسر میں حاصل کی۔ میٹرک کا امتحان تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان سے پاس کیا۔ اس کے بعد اسلامیہ کالج لاہور میں بی۔ ایس۔ سی۔ تک تعلیم حاصل کی۔ آپ نے ۱۹۲۸ء میں زندگی وقف کی اور قادیان آکر زیر ہدایت حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ مولوی امام دین صاحب آف گولیکی سے عربی تعلیم حاصل کی۔ حضور کے درس قرآن میں بھی باقاعدہ شامل ہوتے رہے۔

آپ یکم فروری ۱۹۲۹ء کو باقاعدہ مبلغ مقرر ہوئے اور پہلی مرتبہ ۲۲ر فروری ۱۹۲۹ء کو گولڈ کوسٹ یعنی گھانا میں تبلیغ کا فریضہ ادا کرنے کے لئے روانہ ہوئے۔ وہاں چار سال متواتر تبلیغی جہاد میں عملی حصہ لینے کے بعد ۱۵ر مئی ۱۹۳۳ء کو قادیان واپس تشریف لائے۔ آپ پہلے مبلغ تھے جو غیر ملک میں فریضہ تبلیغ ادا کرنے کے لئے قادیان سے بذریعہ ٹرین روانہ ہوئے تھے۔ بذریعہ ٹرین تو بہت روانہ ہوئے تھے لیکن قادیان سے، گاڑی جب قادیان پہنچ چکی تھی، سٹیشن بن گیا تھا اس کے بعد اس

ٹرین سے یہ پہلے مبلغ تھے جو ٹرین پر قادیان ہی سے تبلیغ کے فریضہ کے لئے روانہ ہوئے ہیں۔ دوسری مرتبہ آپ ۲۰؍فروری ۱۹۳۶ء کو گولڈ کوسٹ تشریف لے گئے یعنی گھانا تشریف لے گئے۔ وہاں ایک سال تک کام کیا اس کے بعد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو سیرالیون میں نیا مشن کھولنے کی ہدایت فرمائی۔ چنانچہ آپ ۲۰؍اکتوبر ۱۹۳۷ء کو سیرالیون روانہ ہوئے جہاں آپ نے آٹھ سال تک تبلیغ کا شاندار کام کیا۔ اس عرصہ میں آپ نے متعدد سکولوں اور مساجد کی بنیادیں رکھیں اور متعدد جماعتیں قائم کر کے ان کی تنظیم کی۔ ۱۹۴۵ء میں آپ قادیان تشریف لائے اور واپسی پر آپ نے حج بیت اللہ کا شرف حاصل کیا۔

۲۶؍نومبر ۱۹۴۵ء کو آپ تیسری بار جملہ مشن ہائے مغربی افریقہ کے لئے بحیثیت رئیس التبلیغ بھجوائے گئے۔ اس موقع پر نہ صرف آپ کو رئیس التبلیغ کا لقب عطا فرمایا گیا بلکہ حضرت امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ نے آپ کو علی کا لقب بھی عطا فرمایا۔ چنانچہ اس کے بعد آپ کا پورا نام نذیر احمد علی مشہور ہو گیا۔ آپ ۱۴؍اپریل ۱۹۵۱ء کو واپس وطن تشریف لائے۔ آپ کی خدمات جلیلہ کے پیش نظر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کامیاب جرنیل کے خطاب سے نوازا۔ آپ ۹؍مئی ۱۹۵۴ء کو چوتھی مرتبہ ایک سال کے لئے بیرون ملک بھجوائے گئے جہاں آپ ایک سال کا عرصہ پورا کرنے کے بعد یعنی سیرالیون میں ۱۹؍مئی ۱۹۵۵ء کو اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ پانچویں مبلغ ہیں جو تبلیغ کا فریضہ ادا کرتے ہوئے میدان تبلیغ میں شہید ہوئے۔

۱۹۴۵ء میں جب آپ کو واپسی کا حکم ہوا تو ایک تقریب میں آپ نے اپنے عزم کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا "آج ہم خدا تعالیٰ کے لئے جہاد کرنے" یہ بہت ہی لطیف آپ کا اظہار ہے اور بڑا غور طلب ہے۔ کیسا عمدہ خیال آپ کو یاد آیا، کیسی عمدہ نصیحت کر گئے ہیں۔ "آج ہم خدا تعالیٰ کے لئے جہاد کرنے اور اسلام کو مغربی افریقہ میں پھیلانے کے لئے جا رہے ہیں۔ موت فوت انسان کے ساتھ لگی ہوئی ہے"۔ ایک قسم کی مخفی پیشگوئی بھی کی اپنی وفات کی۔ "ہم میں سے اگر کوئی فوت ہو جائے تو آپ لوگ یہ سمجھیں کہ دنیا کا کوئی دور دراز حصہ ہے جہاں تھوڑی سی زمین احمدیت کی ملکیت ہے"۔ تھوڑی سی زمین احمدیت کی ملکیت ہے، مراد اپنی قبر تھی۔ جس تھوڑی سی جگہ میں مجھے دفن کیا جائے گا وہ احمدیت کی ملکیت رہے گی تا کہ آئندہ احمدی نوجوانوں کے لئے نیکیوں کی تلقین کرتی رہے۔ "احمدی نوجوانوں کا فرض ہے کہ اس تک پہنچیں اور اس مقصد کو پورا کریں جس کی خاطر اس زمین پر ہم نے قبروں کی شکل میں قبضہ کیا ہو گا"۔ اللہ ان پر بے شمار رحمتیں نازل کرے، کیسی پیاری قبر کی صورت میں آپ نے زمین پر قبضہ کیا ہے۔ اس کے بعد مسلسل وہاں جماعت احمدیہ کے مبلغین پہنچ رہے ہیں اور بکثرت تبلیغ کی توفیق پا رہے ہیں۔ "پس ہماری قبروں کی طرف سے یہی مطالبہ ہو گا کہ اپنے بچوں کو ایسے رنگ میں ٹریننگ دیں کہ جس مقصد کے لئے ہماری جانیں صرف ہوئیں اسے وہ پورا کرتے رہیں"۔ (الفضل ۲۷؍نومبر ۱۹۴۵ء)

پسماندگان کے ذکر میں آپ نے اپنے پیچھے بطور یادگار ایک بیوی اور چھ لڑکے چھوڑے ہیں۔ رشید اختر صاحب، مبارک احمد نذیر صاحب مربی سلسلہ کینیڈا، بشارت احمد صاحب حال لندن، ڈاکٹر منیر احمد صاحب امریکہ، لطیف احمد نذیر صاحب، کریم احمد نذیر صاحب۔ یہ سارے بچے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے نہایت مخلص احمدی اور اپنے والد کی نیکیوں کو زندہ رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔ یہ خاندان اب بکثرت دنیا میں پھیل چکا ہے اور اس کی تفصیل کی یہاں جگہ نہیں ہے۔

مکرم مولانا غلام حسین صاحب ایاز ، تاریخ شہادت ۱۷؍، ۱۸؍اکتوبر ۱۹۵۹ء کی درمیانی شب۔ آپ کی ولادت ۱۹۰۳ء میں ہوئی۔ آپ کے والد بزرگوار کو ۱۸۹۱ء میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست مبارک پر بیعت کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ آپ نے ابتدائی تعلیم موضع فیض اللہ چک میں حاصل کی جو آپ کے گاؤں سکنہ تھیہہ غلام نبی سے دو میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ پرائمری کی تعلیم کے بعد آپ مدرسہ احمدیہ قادیان میں دینی تعلیم کے لئے داخل ہوئے اور پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کی ڈگری حاصل کی اور پھر خدمت دین کے لئے اپنی زندگی پیش کر دی۔

ایاز صاحب ۱۹۳۵ء میں تحریک جدید کے پہلے تبلیغی وفد میں سنگاپور بھیجے گئے تھے۔ پندرہ سال متواتر فریضۂ تبلیغ سرانجام دینے کے بعد ۱۹۵۰ء میں واپس آئے۔ آپ کو اس عرصہ میں شدید ترین مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ ایک دفعہ آپ کو شدید زخمی کر کے سڑک پر پھینک دیا گیا۔ پھر بعض لوگوں نے بیہوشی کی حالت میں سڑک سے اٹھا کر ہسپتال پہنچایا جہاں کافی عرصہ تک زخموں کا علاج ہونے کے بعد بالآخر تندرست ہو گئے۔ بعض لوگ آپ کے قتل کا منصوبہ بنا کر آپ کے پاس پہنچے مگر اللہ تعالیٰ نے یہ کرشمہ دکھایا کہ وہی لوگ آپ کی باتیں سن کر آپ کی محبت کی تلوار سے گھائل ہو گئے اور جماعت میں شامل ہو کر سلسلہ کے مخلص خادم اور جاں نثار بن گئے۔ اس زمانے میں جب آپ کے والد صاحب محترم کو آپ کے خط آتے تھے تو یہی لکھتے تھے "اللہ تعالیٰ نے مجھے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی طرح قربانی کے لئے پیدا کیا ہے"۔

۸؍اکتوبر ۱۹۵۶ء کو آپ کو دوبارہ سنگاپور اعلائے کلمۃ الحق کے لئے بھجوایا گیا۔ کچھ عرصہ آپ سنگاپور میں مقیم رہنے کے بعد بورنیو میں متعین ہوئے۔ آپ ذیابیطس کے مریض تھے۔ ۱۶؍اکتوبر ۱۹۵۹ء کو رات بخیریت سوئے صرف معمولی سی تھکاوٹ محسوس ہو رہی تھی لیکن آدھی رات کے بعد جب تہجد کے لئے بیدار ہوئے تو اٹھ کر کھڑے نہ ہو سکے اور زمین پر گر گئے۔ آپ کی اہلیہ نے ساتھ کے کمرے سے آ کر آپ کو دیکھا اور قریبی ہمسائے کو جو احمدی تھا آواز دی، اس نے آ کر چارپائی پر ڈالا۔ آپ کو ایمبولینس کے ذریعہ ہسپتال پہنچایا گیا جہاں چھتیس گھنٹے قومہ کی حالت میں رہنے کے بعد ۱۷؍، ۱۸؍اکتوبر ۱۹۵۹ء کی درمیانی شب آپ اپنے میدان جہاد ہی میں وفات پا گئے۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

اب **مکرم مبارک احمد صاحب بھٹی** کا تذکرہ کرتا ہوں۔ تاریخ شہادت ۷؍دسمبر ۱۹۷۱ء۔ مکرم مبارک احمد صاحب بھٹی چوہدری محمد علی صاحب کے بیٹے تھے۔ ۱۹۶۲ء میں کنری سے میٹرک پاس کرنے کے بعد جامعہ احمدیہ میں داخلہ لیا۔ ۱۹۷۱ء میں شاہد پاس قرار پائے اور بطور مربی ضلع گوجرانوالہ میں مقرر فرمائے گئے۔ ابھی آپ کی تعیناتی کو تین ماہ کا عرصہ گزرا تھا کہ ۱۹۷۱ء کی جنگ میں آپ کو مجاہد فورس ڈیوٹی پر طلب کیا گیا تو آپ مرکز کے حکم کے مطابق مجاہد فورس میں حاضر ہونے کے لئے ربوہ آ گئے۔ ۷؍دسمبر ۱۹۷۱ء کو دریائے چناب کے پل کی حفاظت کی ڈیوٹی سے واپس آتے ہوئے ریل کار کے حادثہ میں وفات پا گئے۔ آپ کا جنازہ فوجی اعزاز کے ساتھ مسجد مبارک لایا گیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا جنازہ پڑھایا اور موصی ہونے کے باعث آپ کی تدفین بہشتی مقبرہ ربوہ میں ہوئی۔ آپ خدام الاحمدیہ کے فعال کارکن تھے۔ آپ کی زعامت کے دوران ہوسٹل جامعہ احمدیہ کی زعامت ربوہ کی تمام مجالس میں اول آتی رہی۔ بہت ہمدرد، مخلص اور خدمت گزار انسان تھے۔

محترم محمد شفیق صاحب قیصر۔ ان کی شہادت حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے زمانے میں ہوئی۔ آپ محترم منشی محمد صادق صاحب کے فرزند تھے۔ ۱۲؍اکتوبر ۱۹۳۹ء کو محمود آباد سندھ میں پیدا ہوئے۔ پرائمری تک تعلیم قادیان میں پائی اور تقسیم ملک کے بعد ایمن آباد ضلع گوجرانوالہ، سلانوالی ضلع سرگودھا اور تعلیم الاسلام ہائی سکول چنیوٹ، ربوہ میں تعلیم حاصل کر کے ۱۹۵۵ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ میٹرک کے فوراً بعد ہی اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلسلہ عالیہ احمدیہ کی خدمت کی توفیق عطا فرمائی۔ پہلے کچھ عرصہ دفتر خدمت درویشاں میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کام کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ ۱۹۵۷ء میں جامعہ احمدیہ ربوہ میں داخلہ لے کر ۱۹۶۳ء میں شاہد کی ڈگری حاصل کی۔

ان کے علمی کام سے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت متاثر تھے اور خود میرے سامنے بھی کئی بار ذکر کیا کہ یہ نوجوان خدا تعالیٰ کے فضل سے علمی کاموں میں خاص ملکہ رکھتا ہے۔ آپ نے فاضل عربی کا امتحان پاس کیا۔ دیگر جماعتی خدمات کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی گرانقدر خدمت کی بھی توفیق عطا فرمائی۔ آپ ۱۹۵۹ء میں نائب مہتمم اشاعت اور نائب ایڈیٹر رسالہ خالد مقرر ہوئے۔ اس کے بعد ۱۹۷۶ء تک آپ مختلف عہدوں پر خدمات سرانجام دیتے رہے۔ ۱۹۷۶ء میں آپ نائب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ نامزد ہوئے اور وفات تک آپ اسی حیثیت سے یعنی نائب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے طور پر خدمات سرانجام دیتے رہے۔

آپ ایک مرکزی حکم کے تحت قرآن کریم کی طباعت کے سلسلے میں ۱۳؍مارچ ۱۹۷۹ء کو ہانگ کانگ جانے کے لئے روانہ ہوئے۔ مرکز کے دئے ہوئے پروگرام کے مطابق ۱۵؍مارچ کو رنگون پہنچے جہاں پر قیام کا آپ کو مرکز سے ہی پروگرام دیا گیا تھا۔ چار روز تک وہاں تنظیمی امور طے کرنے کے بعد ۱۹؍مارچ کو رنگون سے مانڈلے کے لئے بعض تنظیمی عہدیداروں کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ مانڈلے رنگون سے ۴۵۰ کلومیٹر پر ہے۔ ۲۰؍مارچ ۱۹۷۹ء کو علی الصبح مانڈلے پہنچے۔ اسی روز اپنے مفوضہ امور نمٹانے کے بعد رات کو واپس آ رہے تھے کہ رستے میں آپ کی کار کو حادثہ پیش آ گیا جس سے آپ کے سر پر چوٹ آئی اور بیہوشی طاری ہو گئی۔ ہر قسم کی امداد دینے کے باوجود آپ جانبر نہ ہو سکے اور بالآخر ۲۲؍مارچ کو اپنے مولائے حقیقی کے حضور حاضر ہو گئے۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

آپ کا جنازہ ۶ر اپریل ۱۹۷۹ء کو ربوہ لایا گیا۔ اسی روز احاطہ بہشتی مقبرہ میں حضرت خلیفة المسیح الثالثؒ نے نماز عصر کے بعد نماز جنازہ پڑھائی اور بہشتی مقبرہ میں تدفین عمل میں آئی۔ مرحوم نے بیوہ کے علاوہ دو بیٹے اور ایک بیٹی یادگار چھوڑے۔ ایک بیٹا طارق حیدر ٹورانٹو کینیڈا میں ہے اور دوسرا بیٹا عبداللطیف لاہور میں چارٹرڈ اکاؤنٹینسی کر رہا ہے اور بیٹی سعدیہ جھنگ میں اردو کی لیکچرر ہیں۔

ایک اور شہید جن کا میں ذکر کرنا چاہتا ہوں وہ **ملک عبدالحفیظ صاحب مبلغ فجی** تھے۔ محترم ملک عبدالحفیظ صاحب مرحوم سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰة والسلام کے مشہور صحابی حضرت نظام الدین صاحب کے پوتے اور مکرم کریم بخش صاحب آف بہاولپور کے صاحبزادے اور محترم مولانا محمد اسمٰعیل صاحب دیالگڑھی کے داماد تھے۔ محترم ملک عبدالحفیظ صاحب حافظ قرآن تھے۔ حافظ صاحب مرحوم نے جامعہ احمدیہ میں شاہد کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد ۱۹۷۴ء میں میدان عمل میں قدم رکھا اور سب سے پہلے تخت ہزارہ ضلع سرگودھا میں بطور مربی سلسلہ تعینات ہوئے۔ اس کے بعد رحیم یار خان اور مردان میں بھی بطور مربی سلسلہ مقیم رہے اور بوقت شہادت تقریباً ڈیڑھ سال سے فجی میں بطور مبلغ اسلام تعینات تھے۔ حافظ صاحب نہایت نیک، تہجد گزار اور انتھک خادم دین تھے۔

۱۹۷۴ء میں جب تخت ہزارہ میں متعین کیا گیا تو اس وقت وہاں کی جماعت بہت شدید مشکلات اور دباؤ کا شکار تھی۔ آپ کی لگن، محنت اور کامیاب حکمت عملی سے اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل فرمایا اور یہ جماعت پھر سے اپنے قدموں پر کھڑی ہو گئی۔ حافظ صاحب کو یہ سعادت بھی حاصل رہی کہ آپ نے جلسہ سالانہ پر مسجد مبارک میں نماز تہجد بھی پڑھائی۔ نہایت خوبصورت قراءت کرتے تھے اور رمضان مبارک میں تراویح پڑھایا کرتے تھے۔

واقعہ شہادت۔ حافظ صاحب ۵ر اگست ۱۹۸۱ء کو ایک دورہ پر لمباسہ جا رہے تھے۔ ہائی وے پر ایک ٹرک سے ان کی ٹکر ہو گئی جس کے نتیجہ میں آپ شدید زخمی ہو گئے۔ ان کو ہسپتال پہنچایا گیا جہاں پر ۱۶ر اگست ۱۹۸۱ء بروز اتوار زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے اپنی جان حقیقی مولا کے سپرد کر دی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّااِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

۲۲ر اگست ۱۹۸۱ء کو شہید مرحوم کی نماز جنازہ ربوہ میں ادا کی گئی اس کے بعد بہشتی مقبرہ میں تدفین عمل میں آئی۔ شہادت کے وقت آپ کی عمر ۳۴ سال تھی۔ شہید مرحوم نے اپنے پیچھے ایک بیوہ کے علاوہ تین لڑکیاں اور ایک لڑکا چھوڑے جن میں سے دو بیٹیوں کی شادیاں ہو چکی ہیں۔ ایک بیٹی عطیة المجید مکرم محمد احمد صاحب نعیم مربی سیریا کی بیگم ہیں۔ دوسری قرة العین ہیں جو ملک نجیب احمد صاحب کی اہلیہ ہیں جو اسسٹنٹ انجینئر شاہ تاج شوگر ملز ہیں۔ بیٹا حافظ قرآن ہے اور جامعہ احمدیہ میں زیر تعلیم ہے۔ تیسری بیٹی صائمہ بی۔اے۔ کر چکی ہیں اور ابھی تک غیر شادی شدہ ہیں۔ اللہ ان کو بہترین رشتہ عطا فرمائے۔

اب **مکرم عبدالرحمن صاحب بنگالی مرحوم** کا ذکر کرتا ہوں۔ ضمناً یہ عرض کر دیتا ہوں کہ بہت آغاز میں میں اکثر ان سے ہومیوپیتھک دوا لیا کرتا تھا۔ بہت باریک باریک گولیوں میں بہت پتلی شیشیوں میں رکھا کرتے تھے اور بہت ہی مہربان اور پیار کرنے والے تھے اور کبھی کبھی تھوڑا تھوڑا ہومیوپیتھی کا سبق بھی دے دیا کرتے تھے۔ ۱۹۶۳ء میں امریکہ تشریف لے گئے اور پٹس برگ میں قیام فرمایا۔ نوسال تک تبلیغ اسلام کا فریضہ خوش اسلوبی سے سرانجام دیتے رہے۔ ۱۹۷۲ء میں ڈیٹن مشن میں مقیم تھے اور تبلیغ اسلام میں ہمہ تن مصروف عمل تھے کہ ۱۶ر مئی ۱۹۷۲ء کو داعی اجل نے پکارا اور آپ نے اپنی جان مولائے حقیقی کے حضور پیش کر دی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّااِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ عبدالرحمٰن صاحب بنگالی کی ایک بیٹی محترم ہبة النور صاحب امیر ہالینڈ کی بیگم ہیں اور ان کی بیٹی پھر آگے ہمارے نوید مارٹی صاحب کی بیگم ہیں اور اللہ کے فضل سے یہ بھی بہت مخلص خاندان ہے۔

مکرم بشارت الرحمن صاحب قمر، تاریخ شہادت ۴ر دسمبر ۱۹۸۲ء۔ مکرم بشارت الرحمٰن صاحب قمر جھنگ میں پیدا ہوئے۔ میٹرک پاس کرنے کے بعد جامعہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔ یکم جولائی ۱۹۸۲ء کو میدان عمل میں مدرسہ چٹھہ ضلع گوجرانوالہ میں تقرر ہوا۔ وہیں فرائض منصبیہ ادا کرتے ہوئے ایک خادم دوست طاہر احمد کے ہمراہ اپنے علاقہ کی جماعتوں کے دورہ کے لئے موٹر سائیکل پر جا رہے تھے کہ ۴ر دسمبر ۱۹۸۲ء کی شام کو علی پور چٹھہ جاتے ہوئے علی پور شہر کے قریب پیچھے سے ایک تیز رفتار ٹرک آیا اور اس کی ٹکر کے نتیجہ میں دونوں ہی گرے اور دونوں کی گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی جس وجہ سے موقع پر ہی وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّااِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

مکرم بشارت الرحمٰن صاحب نے جامعہ احمدیہ میں تعلیم کے دوران ہی وصیت کر لی تھی۔ ان کا جنازہ ۵ر دسمبر ۱۹۸۲ء کو ربوہ لایا گیا۔ خاکسار کو نماز عصر کے بعد آپ کی نماز جنازہ پڑھانے کی توفیق ملی۔ بعدہ بہشتی مقبرے میں تدفین عمل میں آئی۔ بہت نیک فطرت، متین، کم گو اور وقت کے تقاضوں کو سمجھ کر ان پر پورا اترنے والے تھے۔ مطالعہ کا بہت شوق تھا۔ اپنے سنٹر میں ان کے غیر احمدی احباب سے بھی دوستانہ مراسم تھے اور وہ سب ان کی بڑی قدر کیا کرتے تھے۔ مرحوم غیر شادی شدہ تھے۔

اب میں **مولانا عبدالمالک خان صاحب مرحوم شہید** کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ یوم شہادت ۵ر اگست ۱۹۸۳ء ہے۔ اگرچہ یہ ذکر کچھ لمبا ہو گیا ہے لیکن ان کے مقام اور مرتبے کے لحاظ سے اگر کچھ لمبا ہو بھی گیا تو کوئی حرج نہیں۔ لیکن ایک اور بات بھی ہے کہ نوٹس کی تیاری کے وقت جب میں ان شہداء کے نام اکٹھے کر رہا تھا اور ان کا ذکر خیر کر رہا تھا اس وقت تک مجھے علم نہیں تھا کہ اور کتنے شہداء کا ذکر ابھی باقی ہے۔ اس دوران مجھے سید عبدالحی صاحب کی طرف سے اطلاع ملی ہے کہ اب تک جو دریافت ہو چکے ہیں راہ مولیٰ میں سفر اختیار کرتے ہوئے شہید ہونے والے ان کی تعداد ایک سو کے لگ بھگ ہے جو اور بھی بڑھ سکتی ہے۔ پس اس پر یہ خیال آیا کہ یہ سلسلہ تو پھر بہت لمبا چل جائے گا اور ابھی بہت سے دوسرے شہداء کا ذکر باقی ہے۔ اس لئے آئندہ انشاء اللہ میں اس مضمون کو مختصر کرنے کی کوشش کروں گا۔ ان کے اسماء بیان کر دوں گا کس موقع پر، کس تاریخ کو شہید ہوئے اور مختصر ذکر ان کے پسماندگان کا کر دوں گا تا کہ ان کے لئے دعائے خیر کی تحریک ہوتی رہے۔ اس طرح انشاء اللہ آئندہ دو تین خطبوں کے اندر یہ ذکر مکمل ہو سکے گا۔

اب **مولانا عبدالمالک خان صاحب** کا ذکر کرتا ہوں۔ آپ ۲۵ر نومبر ۱۹۱۱ء کو رام پور میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۲۰ء میں قادیان آئے اور مدرسہ احمدیہ میں تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۳۴ء میں آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا بعد ازاں دو سال مبلغین کلاس میں دینی تعلیم حاصل کی اور ۳۱ر اکتوبر ۱۹۳۵ء سے آپ نے میدان تبلیغ میں عملی دینی خدمات کا آغاز فرمایا۔ آپ کو ابتداء میں یوپی کے انچارج مبلغ کی حیثیت سے اہم ذمہ داری سونپی گئی۔ اس وقت آپ کا صدر مقام لکھنؤ تھا۔ ۱۹۳۹ء میں یہ صدر مقام آگرہ منتقل ہو جانے کی وجہ سے آپ آگرہ آ گئے۔ ۱۹۴۰ء میں چند ماہ کے لئے کراچی میں کام کیا۔ ۱۹۴۲ء سے ۱۹۴۳ء تک کے عرصہ میں حضرت مصلح موعودؓ کے ارشاد پر آپ نے مسلسل اٹھارہ ماہ تک ہندوستان کے چار صوبوں کا تفصیلی دورہ فرمایا۔ ۱۹۴۴ء میں آپ کی تقرری حیدر آباد دکن میں بطور مشنری انچارج کی گئی جہاں پر آپ نے ۱۹۴۸ء تک خدمات سرانجام دیں۔

تقسیم ملک کے بعد آپ کو لاہور بھجوایا گیا جہاں آپ نے آٹھ ماہ تک خدمات دینیہ سرانجام دیں۔ اس کے بعد آپ کی تقرری ۷ر نومبر ۱۹۴۹ء کو کراچی میں بطور مبلغ انچارج کی گئی۔ ۱۹۵۳ء میں حضرت مصلح موعودؓ نے جو متبادل انجمن کراچی میں قائم فرمائی تھی اس صدر انجمن احمدیہ کراچی کا آپ کو جنرل سیکرٹری مقرر فرمایا۔ اس زمانے میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی خدمات کو سراہتے ہوئے آپ کو رئیس التبلیغ کا خطاب بھی عطا فرمایا۔ ۱۹ر جون ۱۹۶۱ء کو آپ مغربی افریقہ کے ملک غانا میں بغرض تبلیغ تشریف لے گئے۔ آپ کے زمانہ میں کماسی کا مشن ہاؤس تعمیر ہوا۔ ۱۹۶۴ء میں آپ واپس آئے تو پھر کراچی میں مربی سلسلہ مقرر کر دیا گیا جہاں آپ ۲۸ر جون ۱۹۷۰ء تک دینی خدمات بجا لاتے رہے بعد ازاں آپ کو مرکز میں نائب ناظر اصلاح و ارشاد مقرر کیا گیا اور اگلے ہی سال ناظر اصلاح و ارشاد مقرر فرما دیا گیا۔ اس عہدہ پر آپ نے بارہ سال تک خدمات سرانجام دیں۔

آپ ۵ر اگست ۱۹۸۳ء بروز جمعة المبارک ایک تبلیغی سفر پر جاتے ہوئے شیخوپورہ کے قریب کار اور ٹرک کے حادثے میں زخمی ہوئے اور بروقت طبی امداد نہ ملنے کے باعث اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّااِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ مختصر خاندانی حالات یہ ہیں کہ آپ حضرت ذوالفقار علی خان صاحب گوہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تیسری زوجہ محترمہ کے بطن سے سب سے چھوٹے بیٹے تھے۔ آپ کے بڑے بھائی مکرم حبیب اللہ خان صاحب ایم۔ ایس۔ سی۔ تھے جو تعلیم الاسلام کالج میں واقف زندگی پروفیسر رہے ہیں۔ ان کے بعد آپ کی ہمشیرہ، اہلیہ صاحبہ محترم خلیل احمد صاحب مونگھیری ہیں اور ان کے بعد آپ تھے۔ مولانا کی اولاد میں ایک صاحبزادہ مکرم عبدالرب انور محمود خان صاحب آف کیلیفورنیا امریکہ اور چار صاحبزادیاں محترمہ فرحت صاحبہ اہلیہ ڈاکٹر صالح الہ دین صاحب حیدر آباد دکن، محترمہ شوکت گوہر صاحبہ اہلیہ ڈاکٹر لطیف احمد صاحب قریشی، محترمہ نصرت جہاں صاحبہ گائناکالوجسٹ فضل عمر ہسپتال ربوہ اور محترمہ امتہ الحی فضیلت صاحبہ اہلیہ مکرم سید حسین احمد صاحب مربی سلسلہ ہیں۔

اب اس ذکر کو آج میں حضرت مولانا عبدالمالک خان صاحب شہید کے ذکر پر ختم کرتا ہوں اور اس کے بعد جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے کچھ نہ کچھ تفصیل تو شاید بیان کرنی پڑے مگر حتی المقدور کوشش کروں گا کہ مختصر ہو۔ اللہ تعالیٰ ان کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور ان کی اولادوں کو جہاں جہاں بھی دنیا میں پھیل چکی ہیں دین و دنیا کی حسنات سے نوازتا رہے اور قیامت تک یہ شہادت کے علم بلند رکھیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ شہداء کے نقش قدم پر چل سکیں۔